© rasailojaraid.com

تحقیق وتنقید

مسلم اساسیت

MUSLIM FUNDAMENTALISM

جناب انوار علی خاں سوز

دین کے احیاء اور تجدید کی جب بھی کوئی کوشش ہوئی مغرب نے اس کے لئے کوئی نہ کوئی ایسی اصطلاح استعمال کرنی شروع کردی جس سے اس کی تصویر مسخ ہوجائے اور لوگ اس سے نفرت کرنے لگیں۔ آج کل اسی طرح کی ایک اصطلاح FUNDAMENTALISM کی چلی ہے۔ جناب انوار علی خاں صاحب سوز نے اس اصطلاح کا تاریخی پس منظر بیان کرنے کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس کا اطلاق ان تحریکوں پر بالکل نہیں ہوتا جو موجودہ دور میں احیاء دین کا کام کر رہی ہیں۔ مضمون کی بعض تفصیلات سے اختلاف تو کیا جاسکتا ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے خیال میں یہ اس موضوع پر ایک سنجیدہ اور علمی تجزیہ ہے اس پہلو سے اسے پیش کیا جارہا ہے۔ (جلال الدین)

فنڈامنٹلزم کی اصطلاح امریکہ سے مستعار لی گئی ہے۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ فنڈامنٹلزم یعنی اساسیت کی تحریک جنگ عظیم اول کے بعد شروع ہوئی ہے۔ اس تحریک کا مقصد یہ تھا کہ بائبل کو لفظاً بلفظ صحیح سمجھا جائے اور بائبل کی کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نئی تعبیر نہ کی جائے۔ بائبل میں جن معجزات کا ذکر ہے انھیں حرف بحرف صحیح مانا جائے۔ مسیح کے بغیر باپ کی پیدائش اور ان کا آسمان پر جانا بھی بالکل صحیح تسلیم کیا جائے۔ اس تحریک کا ایک خاص مقصد یہ بھی تھا کہ نظریۂ ارتقار کو غلط ثابت کیا جائے۔

مگر "اساسیت" کی تحریک کی ابتدا در حقیقت ۱۸۳۰ء سے شروع ہوئی تھی۔ یہ تحریک ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ایک کاشتکار ولیم ملبر نے شروع کی تھی۔ اس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ۱۸۴۳ء میں مسیح دوبارہ تشریف لائیں گے اور "الف مبارک" شروع ہو جائے گا۔ اس کے پیرووں کی تعداد ۵۰ ہزار سے ایک لاکھ تک ہو گئی تھی۔ لیکن جب ۱۸۴۳ء ختم ہو گیا اور مسیح دوبارہ تشریف نہ لائے تو لوگوں کے دماغ میں شبہات پیدا ہونے لگے۔ الف مبارک کے ماننے والوں کو "الفیئن" کہنے لگے۔ (MILLEARIANS) مسیح کی آمد کے مخالفوں نے اس بات کو لے کر بائبل کی لفظی تشریح کے بجائے معنوی تشریح شروع کر دی۔

۱۸۳۵ء میں انگلینڈ میں بھی اس تحریک کا آغاز ہو گیا تھا۔ ایونجلیکل چرچ نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس تحریک کی وجہ سے امریکہ میں ولیم ملر (WILLIAM MILLER) کی اچھی خاصی شہرت ہو گئی۔ مگر جب مسیح دوبارہ تشریف نہ لائے تو ساری تحریک بے جان ہو کر رہ گئی اور انگلستان میں بھی لوگوں نے "الف مبارک" کی دوسری تشریح کرنی شروع کر دی۔

اس کے بعد ۱۸۷۰ء تک یہ تحریک بے جان ہی پڑی رہی۔ لیکن جب چرچ کو جدید خیالات سے خطرہ لاحق ہوا تو پادریوں نے ان خیالات کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ الفیئن کی تحریک ابھی تک پوری طرح ختم نہیں ہوئی اس کے ماننے والوں نے مسیح کی دوبارہ آمد کے تخیل کو تو چھوڑ دیا تھا مگر وہ "الف مبارک" کا انتظار کر رہے تھے ان کا خیال تھا کہ مسیح ایک خاص وقت پر تشریف لائیں گے۔ اس لئے ہمیں مسیح کی آمد کی تیاری کرنی [illegible] چاہیئے۔

© rasailojaraid.com

امریکہ میں ایپس کوپلین (EPISCOPELION) اور پرسس بی ٹیرسس (PRESBITERIAS) چرچ نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس تحریک میں مختلف فرقوں کے لوگ جمع ہوگئے تھے۔ اس تحریک کی طرف سے ایک رسالہ "سچائی" (TRUTH) کے نام سے نکلتا تھا۔ اس رسالہ کا ایڈیٹر جیمس ایچ بروکس (JAMES H. BROOKS) (۱۸۳۰ء سے ۱۸۹۷ء) الف مبارک کے ماننے والے امریکہ کے بڑے شہروں میں کانفرنس کرتے تھے نیاگرہ (NIAGRA) میں ۱۸۹۹ء تک ان لوگوں کی کانفرنسیں ہوتی رہیں۔ نیویارک میں بھی ان لوگوں نے ایک کانفرنس کی۔

"الف مبارک" کے ماننے والے یہ کہتے تھے کہ عیسائی معاشرہ مسیح کے آنے کے بعد ہی ٹھیک ہوگا۔ لیکن یہ کسی تاریخ کا تعین نہیں کرتے تھے۔ ان لوگوں کو ماقبل الفیئن کہا جاتا تھا۔ کچھ لوگ ایسے تھے جنھیں مابعد الفیئن کہا جاتا تھا۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ امریکہ میں ہر طرح کی معاشی، معاشرتی اور اخلاقی ترقی ہو رہی ہے۔ اور مسیح علیہ السلام اس وقت تشریف لائیں گے جب کہ دنیا ان کی آمد کے لئے تیار ہوچکی ہوگی۔ لیکن ملر کے حامی جنھیں ماقبل الفیئن کہا جاتا ہے وہ اس سلسلے میں زیادہ پرامید نہیں تھے۔ وہ کہتے تھے کہ عیسائی سماج مسیح کے آنے کے بعد ہی سدھرے گا۔ ان کا خیال تھا کہ مسیح علیہ السلام انیسویں صدی کے آخر تک ضرور آجائیں گے۔ ملر کے حامی سمجھتے تھے کہ مسیح الفیں کے زمانے میں تشریف لے آئیں گے۔ ۱۸۷۰ء میں جو تحریک پیدا ہوئی اس کے حامی بائبل کی نئی ترجمانی کرتے تھے۔ مگر ۱۸۷۰ء میں جو تحریک پیدا ہوئی تھی اس کے حامی بائبل کی نئی تعبیر کو ماننے سے انکار کرتے تھے۔

بائبل پر سخت تنقید کی وجہ سے بہت سے عیسائی تقریباً کفر کی حد تک پہونچ گئے تھے۔ مگر ملر کی تحریک جسے ماقبل الفیئن کہا جاتا تھا اب ابھر کر اوپر آنے لگی اور اسی کا نام [illegible] اسی کو الفیئن کی تحریک کہا جانے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لگا۔ اسی زمانے میں الف مبارک کے ماننے والوں کو ایک عظیم شخصیت مل گئی جس کا نام "ڈوائٹ ایل موڈی" (DWIGHT L MOODY) تھا۔ یہ شخص ۱۸۹۹ء تک زندہ رہا۔ الف مبارک کے ماننے والے ان عیسائی مبلغوں کو جو دوسرے ممالک میں کام کرتے تھے امداد بھی دیتے تھے۔ ان لوگوں نے پرنسٹن (PRINCETON) میں ایک دارالعلوم بھی کھولا جس میں بائبل کی لفظی تشریح پر پورا زور دیا جاتا تھا۔ ان لوگوں نے یونیورسٹی کے پروفیسروں کو تبادلۂ خیالات کے لئے بلایا۔

الف مبارک کے ماننے والوں نے قدامت پسندوں اور ایونجلی کل پروٹسٹنٹس (EVENGETICAL PROTESTANTS) کے ساتھ مل کر کام کیا۔ ان لوگوں نے ۱۹۰۹ء میں بارہ کتابچے چھپوائے۔ ان کتابچوں کا نام "اساسیات" FUNDAM-NTAL تھا۔ ان بارہ رسالوں میں بائبل پر تنقید کی سخت مخالفت کی گئی تھی۔ ان رسائل میں بائبل کی جدید ترجمانی کو غلط ثابت کیا گیا تھا۔ جو دلائل بائبل کی لفظی تشریح کے حق میں پرنسٹن کے دارالعلوم میں جمع کئے گئے تھے۔ ان کی رد سے نئی تعبیر کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہ بارہ رسالے ڈھائی لاکھ کی تعداد میں مفت تقسیم کئے گئے تھے۔ یہ سلسلہ ۱۹۱۵ء تک چلتا رہا۔

جیمس ایچ بروکس (JAMES H BROOKS) اس تحریک کو کافی عرصہ تک سنبھالے رہا۔ مگر ۱۸۹۷ء اس کا بھی انتقال ہو گیا ۱۹۱۲ء تک نیاگرا کانفرنس کے سارے حامی مر گئے۔ ان سارے رہنماؤں کے بعد الف مبارک کے ماننے والوں میں اختلافات رونما ہونے لگے۔ الفیئن دو حصوں میں بٹ گئے دونوں کی طرف سے دو رسالے نکلنے لگے۔ ایک کا نام واچ وارڈ اینڈ ٹرتھ (WATCH WORD & TRUTH) تھا اور دوسرے کا نام "ہماری امید" (TO OUR HOPE) تھا۔ ان دونوں رسالوں میں ایک دوسرے کے عقائد پر تنقید کی جاتی تھی اور اپنے عقائد کو صحیح ثابت کیا جاتا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جنگ عظیم اوّل کے بعد امریکہ میں سخت اخلاقی انحطاط رونما ہونے لگا۔ الف مبارک کے جاننے والے اس اخلاقی زوال سے سخت پریشان تھے۔ وہ چاہتے تھے کسی طرح اس اخلاقی زوال کو روکا جائے۔ انھوں نے امریکہ کے مختلف شہروں مثلاً نیویارک، فلاڈلفیا وغیرہ میں بہت سی کانفرنسیں کیں۔ ان کانفرنسوں میں بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی چنانچہ الفنین (MILLENARIANS) نے اپنا نام بدل کر عالمی عیسائی اساسیات تنظیم (WORLD'S CHRISTAN FUNDAMENTAL ASSOCI-ATION) رکھ لیا۔ الفنین (MILLENARIAN) کو اساسین (FUND-AMENTALISTS) کہا جانے لگا۔

اساسین نظریہ ارتقاء کے سخت مخالف تھے۔ ان کا مطالبہ تھا کہ نظریہ ارتقاء کو پبلک اسکولوں میں نہیں پڑھانا چاہئے۔ ٹینیسی (TENESEE) نے ایک قانون اس سلسلے میں پاس کر دیا مگر اس قانون کو عدالت میں چیلنج کیا گیا۔ امریکہ کے مختلف شہروں میں اس قسم کے جلسے کئے گئے مگر ان جلسوں میں زیادہ لوگ شریک نہ ہوئے۔ یہ سلسلہ ۱۹۲۸ء تک چلتا رہا۔

جنگ عظیم اول کے بعد اخلاقی زوال کے ساتھ کمیونزم کا خطرہ بھی بڑھ رہا تھا لوگ بائبل کی نئی تعبیر کو اختیار کر رہے تھے۔ اساسین ایک طرح سے محدود ہو کر رہ گئے تھے ایپس کوپل۔ پرنس بی ٹیرین۔ بیپٹسٹ اور میتھوڈسٹ چرچ کے لوگ ان نئی تعبیروں کو ماننے لگے۔ ہنری ایمرسن فوش ڈک (HENRY EMERSON FOSDUK) جدید تعبیر کا نمائندہ سمجھا جانے لگا۔ فوس ڈک نے ایک بار یہ کہہ دیا تھا کہ "کیا اساسین کی فتح ہوگی"۔ ہنری ایمرسن فوس ڈک بیپٹسٹ چرچ سے تعلق رکھتا تھا۔ الف مبارک کے جاننے والوں نے اسے چرچ سے نکالنے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا گیا جس میں پندرہ ممبر شامل تھے۔ کمیشن اس نتیجے پر پہونچا کہ بیپٹسٹ چرچ میں اختلاف آراء کو برداشت کیا جانا چاہئے۔ بہرحال ہنری ایمرسن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فوس ڈک کو چرچ سے باہر نہیں نکالا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اساسیین (FUNDAME - NTALISTS) کو فتح حاصل نہ ہو سکی۔

اساسیین کے مندرجہ ذیل اصول تھے۔ اول بائبل کو صرف کلام الٰہی سمجھا جائے ثانیاً یہ مانا جائے کہ مسیح کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ثالثاً کفارہ مسیح کا عقیدہ حرف بحرف تسلیم کیا جائے۔ رابعاً ازسرنو پیدائش اور معجزات مسیح کو مکمل طور پر تسلیم کیا جائے۔

اساسیین کے اختلافات تقریباً ۱۹۲۰ء تک ختم ہو چکے تھے مگر ان کا استدلال ختم نہیں ہوا تھا۔ ۱۹۲۰ء کے اواخر میں اساسیین کے نظریات نے پھر زور پکڑنا شروع کر دیا۔ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۴۰ء تک اساسیین عوام میں زیادہ مشہور نہیں رہے۔ اس دوران میں اکثر اساسیت پسندوں نے ایک نیا فرقہ بنا لیا۔ یہ فرقہ بہت چھوٹا تھا۔ اس فرقہ میں ہر فرقہ کے لوگ جمع ہو رہے تھے۔ اساسیت پسندوں کا یہ طبقہ اپنے پرانے عقیدوں پر جمع رہا۔

جنگ عظیم ثانی کے بعد اساسیین میں خوشحالی پھیل گئی۔ ان لوگوں نے صنعتی ترقی اور سائنس اور ٹکنالوجی کو قبول کر لیا۔ انھوں نے اپنے عقائد کو پھیلانے کے لئے ریڈیو اور ٹیلیویژن کا استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اسی دور میں بلی گراہم (BILLY GRAHAM) اساسیین کا سب سے بڑا نمائندہ تھا۔ بلی گراہم نے سائنس کی مخالفت بند کر دی۔ اس نے کہا کہ اگر امریکہ نے اپنے اخلاقی زوال کو نہ روکا اور دولت کو غلط طریقے پر استعمال کیا تو امریکہ کو طرح طرح کی مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ دولت کی فراوانی کے ساتھ امریکہ میں جرائم کی رفتار بھی بڑھنے لگی۔ گھریلو زندگی میں طرح طرح کے مسائل پیدا ہونے لگے اب اساسیین کا مقصد ان جرائم کو روکنا اور خاندانی روایات کو برقرار رکھنا قرار پایا۔

جس طرح جنگ عظیم اول سے پہلے نظریہ ارتقاء کی مخالفت کی گئی تھی اسی طرح جنگ عظیم ثانی کے بعد ...ازم کی مخالفت شروع ہوئی۔ اساسیین یہ سمجھتے تھے کہ اب یقیناً ذہنیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو کمیونزم سے خطرہ ہے۔ لہٰذا اس کی شدید مخالفت کی گئی۔ اس وقت اساسیئین کا نمائندہ رسالہ "آج کا عیسائی" "CHRISTIAN TODAY" تھا۔

اساسیئین نہ شراب پیتے ہیں نہ سگریٹ نوشی کرتے ہیں اور نہ رقص میں حصہ لیتے ہیں۔ بعض لوگ ان میں سے فلمیں بھی نہیں دیکھتے۔ اکثر اساسیئین ۱۸۱۷ء میں جو کانفرنس نیاگرہ میں ہوئی تھی اسی کے اصولوں پر عمل کرتے ہیں۔ اور انھیں عقائد کو مانتے ہیں۔ مثلاً بائبل وحی الٰہی ہے۔ بائبل کے الفاظ میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ تثلیث کا عقیدہ۔ انسانی کمزوری اور نجات کے لئے دوسری پیدائش۔ کفارہ مسیح۔ مسیح پر ایمان لانے والوں کے لئے نجات کی بشارت اور مسیح کی دوبارہ آمد۔

اس حد تک میں نے مسیحی اساسیئین کے نظریہ کی تشریح کی ہے۔ اور ان کی پوری تاریخ بھی بیان کر دی۔ ۱۸۴۰ء کے آس پاس مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے جو مہدی اور مسیح کے آمد کے منتظر تھے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ مسلمانوں کی اصلاح مہدی کے بغیر ناممکن ہے۔ اور مہدی کے بعد مسیح کا آنا بھی ضروری ہے۔

سوڈان میں محمد احمد (۱۸۴۴ء تا ۱۸۸۵ء) نے مہدویت کا دعویٰ کیا مہدی سوڈانی نے بہت سی فتوحات حاصل کیں مگر ۱۸۸۵ء میں مہدی سوڈانی کا انتقال ہوگیا۔

ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۳۹ء تا ۱۹۰۸ء میں مہدی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ مرزا صاحب کا خیال تھا کہ مسلمانوں کی اصلاح مہدی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ مگر جب انھوں نے یہ دیکھا کہ مہدی کے بعد مسیح کا آنا بھی ضروری ہے تو انھوں نے مسیح ہونے کا بھی دعویٰ کیا۔ مگر کیونکہ مسیح علیہ السلام نبی تھے اس لئے انھوں نے نبوت کا بھی دعویٰ کیا۔ مسلمانوں نے انھیں ماننے سے انکار کر دیا اس لئے وہ ایک فرقہ بن کر رہ گئے جس طرح ۱۹۱۴ء میں یہ اساسیئین دو فرقوں میں بٹ گئے تھے اسی طرح غلام احمد قادیانی کے انتقال کے بعد تقریباً ۱۹۱۴ء کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لگ بھگ احمدی بھی دو فرقوں میں بٹ گئے۔ ایک فرقہ قادیانی تھا دوسرا لاہوری۔

مرزا غلام احمد قادیانی گو خود کو نبی قرار دیتے تھے جو سراسر کفر تھا۔ لیکن وہ بنیادی طور پر قرآن میں کسی رد و بدل کے قائل نہیں تھے۔ قرآن کو وحی الہٰی مانتے تھے اور معجزات کو بھی تسلیم کرتے تھے۔

ایران میں ۱۸۴۴ء میں مرزا علی محمد باب نے (۱۸۱۹ء تا ۱۸۵۰ء) امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ عیسائی اور مسلمان سب ایک عہد مبارک کا انتظار کر رہے تھے اس لئے مہدویت کے دعویٰ داروں کو بہت سے پیروکار مل گئے۔ باب کا انتقال ۱۸۵۰ء میں ہوا اور اس کے بعد ۱۸۶۳ء میں بابی تحریک دو حصوں میں بٹ گئی اور مرزا حسین علی نے یہ دعویٰ کیا کہ جس موعود شخصیت کا باب نے دعویٰ کیا تھا وہ میں ہوں۔ وہ خود کو اللہ کا مظہر کہتا تھا۔ لوگوں نے سمجھا کہ شائد بہاراللہ کے بعد کوئی مبارک دور شروع ہو جائے گا۔ لہٰذا بہاراللہ کو بھی بہت سے پیروکار مل گئے لیکن نہ تو مہدی سوڈانی کے بعد نہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد نہ باب اور بہاراللہ کے بعد کوئی مبارک دور شروع ہوا۔ اگر مسلمانوں میں کوئی لوگوں پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے تو وہ یہی چند فرقے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ سارے شیعہ اور سنی راسخ العقیدہ مسلمان ہمیشہ ان فرقوں کے مخالف رہے ہیں۔

لفظ اساسیئن کا اطلاق آج کل بعض مسلمان جماعتوں پر کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر جماعت اسلامی، الاخوان المسلمون، ایرانی انقلاب کے حامی وغیرہ وغیرہ۔ اگر اس لفظ کو اساسیات دین کے معنی میں لیا جائے تو میرا خیال ہے کہ کوئی لبرل سے لبرل مسلمان بھی اپنے آپ کو اساسیاتِ دین کا منکر نہ قرار دے گا۔ اور اگر کوئی مسلمان اساسیات دین ہی سے انکار کر بیٹھے تو غالباً انتہائی آزاد خیال مسلمان بھی اسے مسلم قوم کا فرد ماننے کے باوجود اس کی تحریروں کو کوئی وزن نہ دے گا۔

مسیحیوں کے اساسیات FUNDAMENTALS کے نام سے کچھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسالے شائع کئے تھے جن کی وجہ سے انھیں اساسین یعنی FUNDAMENTALISTS کہا جانے لگا۔ ان رسالوں میں مسیحیت کے بنیادی عقائد بیان کئے گئے تھے اور ان کی نئی تعبیر کو غلط ثابت کیا گیا تھا۔ اس لحاظ سے ہر مسیحی جو ان رسالوں سے متفق تھا اسے FUNDAMENTALIST کہا جا سکتا ہے۔ مگر جن لوگوں کو اساسیت پسند کہا جا سکتا ہے جو انیسویں صدی میں مہدی اور مسیح کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دین میں جن چیزوں کا اضافہ کیا گیا ہے انھیں دین سے خارج کر دیا جائے اور اسلام کو اس کی اصل بنیادوں پر قائم کیا جائے۔ مگر اس سلسلے میں بھی مختلف لوگوں کے مختلف خیالات ہیں۔ بعض ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو دین میں اضافے کو صحیح سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں کو راسخ العقیدہ شمار کیا جاتا ہے۔ اہل قرآن کے نام سے ایک گروہ مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ اس گروہ کا خیال ہے کہ جو باتیں صرف قرآن میں پائی جاتی ہیں انھیں پر دین کی عمارت استوار ہونی چاہئے۔ مگر اس گروہ کو دین سے منحرف قرار دیا جاتا ہے۔ سرسید احمد خاں نے دین کو صرف اصل بنیادوں پر قائم کرنے کی کوشش کی مگر راسخ العقیدہ علماء نے انھیں گمراہ ٹھہرایا مگر بعد میں جب انھوں نے اپنے عقائد پر زور نہیں دیا تو امت نے انھیں مان لیا۔

آج بھی جتنے متجدد مسلمان اصلاح کے مدعی ہیں وہ محض قرآنی بنیادوں پر دین کی تشریح کرنا چاہتے ہیں بعد میں جو احادیث جمع کی گئی ہیں۔ ائمہ فقہ و حدیث نے ان کی جو تشریحات کی ہیں ان کی طرف وہ زیادہ توجہ نہیں دیتے وہ محض ابتدائی اسلام کی طرف مراجعت کرنا چاہتے ہیں مگر یہ لوگ آزاد خیال سمجھے جاتے ہیں لہٰذا آزاد خیال لوگوں کو فنڈامنٹلسٹ قرار دیا جانا چاہئے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دین کی لفظی تشریح کرنے والوں کو اساسیت پسند کہا جانا چاہیے مگر ان گروہوں میں نہ جماعت اسلامی آتی ہے اور نہ اخوان المسلمون اور نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایرانی انقلاب کے حامی۔

امام خمینی نے امام مہدی کے عدم ظہور کے باوجود اسلامی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس موضوع پر انھوں نے حکومت اسلامی نام کی ایک کتاب لکھی ہے۔ انھوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ پرانا شیعی نقطہ نظر صحیح نہیں ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ اسلامی نظام اس دور میں بھی قائم کیا جاسکتا ہے۔ لہذا امام خمینی کے حامیوں کو فنڈامنٹلسٹ نہیں کہا جاسکتا۔

جماعت اسلامی کی بنیاد مولانا مودودیؒ نے ڈالی تھی۔ جو لوگ راسخ العقیدہ سمجھے جاتے ہیں انھوں نے مولانا مودودی کی بعض تشریحات پر اعتراضات کئے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ ان اعتراضات میں کوئی وزن ہے یا نہیں ان اعتراضات کے پیش نظر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جماعت اسلامی کو فنڈامنٹلسٹ کس طرح قرار دیا جاتا ہے۔ مولانا مودودی نے سبع سماوات کی نئی تعبیر کی ہے۔ حالانکہ پرانے علماء سات آسمانوں کو ٹھوس مادہ سے بنے ہوئے تعبیر کرتے تھے۔ عرش کی تعبیر مولانا مودودیؒ نے اقتدار سے کی ہے حالانکہ پرانے علماء اس کی یہ تعبیر نہ کرتے تھے۔

الاخوان المسلمون کی بنیاد حسن البنّا نے ڈالی تھی۔ مگر اس زمانے میں حسن البنّاد صرف دینی اصلاح کے کام کر رہے تھے اور الاخوان المسلمون بھی صرف مسلمانوں کی اصلاح کے کام میں مصروف رہی ایک وقت آیا کہ کرنل ناصر الاخوان المسلمون کے ساتھ ملکر انقلاب لانے میں کامیاب ہوئے اس دور میں کرنل ناصر اور الاخوان المسلمون ایک ہی نقطہ نظر کے حامی تھے۔ لہٰذا کرنل ناصر کو بھی فنڈمنٹلسٹ کہا جانا چاہیئے۔ انقلاب کے بعد الاخوان المسلمون کے سب سے بڑے مفکر سید قطبؒ تھے اور سید قطبؒ مولانا مودودی کی فکر سے بے حد متاثر تھے۔ بہر حال انھوں نے قدیم علماء کی روش سے ہٹ کر اسلام کی ایک نئی تعبیر کی۔ اپنی کتاب العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام میں انھوں نے کہا ہے کہ ابوبکرؓ نے لوگوں میں مال غنیمت کو مساوی طور پر تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا تھا لہٰذا ان کے زمانے تک معاشی مساوات باقی رہی مگر حضرت عمرؓ نے پہلے اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زیادہ حصہ دیا اور بعد میں اسلام لانے والوں کو کم حصہ دیا۔ اس کی وجہ سے معاشی عدم مساوات پیدا ہوگئی۔ سید قطبؒ نے لفظی تشریح پر اکتفا نہ کیا۔ اس لئے الاخوان المسلمون کو بھی فنڈامنٹلسٹ قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جو لوگ مذہب پر نہایت سختی کے ساتھ جمے ہوئے ہیں انھیں فنڈامنٹلسٹ کہا جانا چاہئے۔ دین پر سختی کے ساتھ جمے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ پرانی روایات پر سختی کے ساتھ جمارہنا چاہئے۔ حالانکہ اس دور کی جن جماعتوں کو فنڈامنٹلسٹ کہا جاتا ہے وہ سب علامہ اقبال، محمد عبدہ، ڈاکٹر علی شریعتی اور جمال الدین افغانی کے نظریات پر بڑی شدت کے ساتھ جمی ہوئی ہیں۔ کیا ان سب کو فنڈامنٹلسٹ کہا جائے گا۔ علامہ اقبال، علی شریعتی، محمد عبدہ نے دین کی نئی تعبیر پیش کی ہے۔ سید قطب پرانے لباس کو چھوڑ کر جدید لباس پہنتے تھے۔ ڈاکٹر علی شریعتی بھی جدید لباس پہنتے تھے جماعت اسلامی کے جدید تعلیم یافتہ اصحاب بھی جدید لباس پہنتے ہیں ان میں جماعت کے مجلس شوری کے ارکان بھی ہیں۔ سید قطبؒ اور امام خمینی عورت کے چہرے کو چھپانا ضروری نہیں سمجھتے اور جماعت اسلامی میں بعض ارکان کا بھی یہی خیال ہے۔ الاخوان المسلمون کے نزدیک ڈاڑھی رکھنا ضروری نہیں ہے۔ سید قطب داڑھی نہیں رکھتے تھے۔ مولانا مودودیؒ نے ایک بار یہ کہہ دیا تھا کہ داڑھی کی کوئی مقدار نہیں ہے۔ یہ غالباً ۱۹۴۷ء کی بات ہے۔ اس پر راسخ العقیدہ علماء نے سخت اعتراضات کئے تھے۔ امام خمینی نے علی رجائی کو وزیراعظم بنایا تھا اور وہ بھی جدید لباس پہنتے تھے۔

اگر روایت پرست مسلمانوں کو فنڈامنٹلسٹ کہا جائے تو یہ مسلمان اس دور میں انقلاب کے علمبردار نہیں ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں میں روایت کے ماننے والے دو گروپ میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک گروپ دیوبندی ہے اور دوسرا بریلوی مگر دونوں گروپ اپنے عقائد میں اختلاف کے باوجود جماعت اسلامی اور الاخوان المسلمون دونوں کی مخالفت میں متحد ہیں اور ایرانی انقلاب کے بھی عام طور پر حامی نہیں ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خود وہابی مسلمان جن کی حکومت سعودی عرب میں ہے وہ بھی ایرانی انقلاب کے ہم نوا نہیں ہیں۔ جماعت اسلامی ملوکیت کو غلط سمجھتی ہے اس لئے وہ سعودی حکومت کو اسلامی حکومت نہیں بتاتی۔ روایت پرست شیعہ عام طور پر امام خمینی کے مخالف ہیں۔ عام طور سے روایت کے ماننے والے علماء اپنی حکومت کے وفادار ہیں۔

آج جو لوگ مسلم فنڈا منٹلزم کی اصطلاح سے نہایت خوف زدہ ہیں ان کی خوف کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ جن تحریکوں کو اسلامی فنڈا منٹلسٹ تحریک کہا جاتا ہے ان تحریکوں میں مسلم قوم کے دانشور پائے جاتے ہیں۔ جو اسلام کے اوپر مکمل اعتماد رکھتے ہیں وہ خلافت راشدہ کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کو اس دور میں نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ مگر خلافت راشدہ کے طریقۂ انتخاب میں اس دور میں نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ امام خمینی نے ایران میں باقاعدہ جمہوریت قائم کی ہے جس میں ممبران پارلیمنٹ کا باقاعدہ انتخاب ہوتا ہے۔ آیت اللہ روح اللہ خمینی ایک نیا سماجی سیاسی اور معاشی نظام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ نظام اس دور کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے روبہ عمل لایا جائے گا۔

مولانا مودودیؒ سے کسی نے پوچھا تھا کہ اسلامی نظام کس طرح وجود میں آسکتا ہے تو مولاناؒ نے جواب دیا تھا کہ صرف جمہوری ذرائع سے۔ اسی لئے پاکستانی جماعت اسلامی ضیاء الحق کی تائید نہیں کر رہی ہے حالانکہ ضیاء الحق نظام مصطفیٰ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ مگر جماعت کے لوگ یہ سوچتے ہیں کہ اس انقلاب کے بعد کوئی دوسرا انقلاب نظام اسلامی کو درہم برہم کر سکتا ہے۔

الاخوان المسلمون شام میں جمہوریت کی بحالی کے لئے کوشش کر رہی ہے، کیوں کہ اسد خود کو جمہوریت کا حامی بتاتے ہیں۔ مصر میں الاخوان المسلمون جمہوریت کی بحالی کے لئے پریشان ہیں کیونکہ مصری حکمران خود کو جمہوریت کا حامی بتلاتے ہیں سعودی عرب میں کیونکہ ملوکیت ہے اور الاخوان کی تعداد بہت کم ہے اس لئے وہ کھل کر سامنے نہیں آتے ہیں۔ مصر اور شام میں الاخوان کی طاقت بہت زیادہ ہے۔ اگر یہ پارٹیاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برسراقتدار آگئیں تو ان دونوں ممالک میں جمہوریت قائم ہو جائے گی مگر چونکہ عوام الناس اسلام پر مکمل اعتماد رکھتے ہیں اس لئے جمہوریت کی اسلامی شکل قائم کی جائیگی۔

ان جماعتوں میں مسلم دانشوروں کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے۔ لہٰذا لبرل مسلمانوں کو ان جماعتوں کی تائید کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ان جماعتوں کو عوام اچھا سمجھتے ہیں یا کم ازکم انھیں برا نہیں خیال کرتے۔ انہی جماعتوں کی وجہ سے اسلام کی ایک نئی تعبیر وجود میں آسکتی ہے۔ ان میں سے بیشتر جماعتوں کے سربراہ اور دانشور اپنا شجرہ نسب علامہ اقبالؒ، محمد عبدہ اور ڈاکٹر علی شریعتی اور جمال الدین افغانی سے جوڑتے ہیں۔

مسیحی اساسیین نظریہ ارتقا کو غلط سمجھتے تھے انھوں نے TENNESSE میں اس کے خلاف ایک قانون بھی بنوادیا تھا۔ مولانا مودودیؒ نے بھی نظریہ ارتقار کو غلط ثابت کیا ہے۔ مگر علامہ اقبال نظریہ ارتقار کو صحیح سمجھتے ہیں اس کے ساتھ مولانا مودودیؒ اقبال کو نہایت عظیم اسلامی مفکر بھی مانتے ہیں۔ جماعت اسلامی میں بعض لوگ نظریۂ ارتقا کو صحیح سمجھتے ہیں اور بعض لوگ اسے غلط سمجھتے ہیں۔ اگر سعودی عرب یا کسی دوسرے ملک میں نظریہ ارتقار نہیں پڑھایا جاتا تو ان ممالک میں الاخوان یا جماعت اسلامی کی حکومت نہیں ہے۔

کمیونزم کی مخالف ساری جماعتیں ہیں۔ مگر یہ جماعتیں کمیونزم کے لادینی فلسفہ کی مخالف ہیں جس میں مادہ ہی اصل شئے ہے اور خدا کا کوئی وجود نہیں پایا جاتا۔ مگر قومی ملکیت کو ماننے والے ان جماعتوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ علامہ اقبال زمین کو اللہ کی ملکیت قرار دیتے ہیں نہ کی انسان کی۔ ان جماعتوں نے کبھی نظریہ ارتقار کو اپنا موضوع بحث نہیں بنایا۔ جس طرح مسیح اساسیین کے لئے نظریہ ارتقار کی مخالفت ہی ایک نکتۂ اتحاد بن گیا تھا۔ اور اسی طرح کمیونزم کے معاشی نظام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کمیونزم کے خلاف جو نکتہ اتحاد ہے وہ کارل مارکس کی خدا بیزاری ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس لئے میرا خیال یہ ہے کہ الاخوان ۔ جماعت اسلامی اور ایرانی انقلاب کے حامیوں کو کسی معنی میں بھی فنڈا منٹلسٹ قرار نہیں دیا جاسکتا ہے اگر کسی گروہ کو ظلمت پسند (OBSCURANTIST) رجعت پسند (REACTIONARY) اور جامد (RIGID) قرار دینا ہو تو فنڈا منٹلسٹ کا لفظ اس گروہ کے اوپر چسپاں کیا جا سکتا ہے ۔ جس کی وجہ سے اس کی حیثیت گر جائے گی ۔

صدر ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ

مولانا صدر الدین اصلاحی

کی بعض اہم تصانیف

اسلام اور اجتماعیت

اسلام میں اجتماعیت کی کیا اہمیت ہے؟ ملی انتشار کے کیا نقصانات ہیں؟ نظم اجتماعیت کے بغیر دینی زندگی کس طرح ادھوری رہ جاتی ہے اور مطلوبہ اجتماعیت کس طرح وجود میں آتی ہے؟ یہی ہیں وہ اہم موضوعات جن سے اس عالمانہ کتاب میں بحث کی گئی ہے ____ قیمت : ۵ روپے

قرآن مجید کا تعارف

اس کتاب میں مولانا محترم نے قرآن مجید کے نزول اس کی تدوین، اس کے کتاب الٰہی ہونے کے دلائل اور اس کی اہم اصطلاحات پر علمی انداز میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے ۔ قیمت : ۳ روپے

حقیقت نفاق

قرآن مجید نے شرک اور کفر کے ساتھ نفاق سے بھی بحث کی ہے پہلے دونوں موضوعات پر متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں لیکن نفاق کے موضوع پر بہت کم لکھا گیا ہے ۔ مولانا محترم کی یہ کتاب اسی کمی کو پورا کرتی ہے ۔ قیمت 4-25

ملنے کا پتہ

مرکزی مکتبہ اسلامی ۔ دھلی ۶

© rasailojaraid.com